اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ اَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ○ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ○

(النزعت:41-40)

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۔وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

تقویٰ کیسے نصیب ہوتا ہے؟

جو انسان اپنے آپ کو گناہوں سے بچائے اسے متقی یا پرہیز گار کہتے ہیں۔ اللہ رب العزت پرہیز گار لوگوں سے محبّت فرماتے ہیں اوران کے اعمال کوقبول کر کے ان کو اپنے اولیاء میں شمار فرما لیتے ہیں۔ یہ پرہیز گاری خوف خدا کے بغیر حاصل نہیں ہوتی۔ جب تک دل میں اللہ رب العزت کا خوف نہ ہو تب تک انسان کسی ضابطے کا پابند نہیں ہوتا۔اللہ تعالیٰ کی یاد دل سے نکلی ،توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہٹی اور انسان کا خیال گناہوں کی طرف لگ گیا۔ جہاں ہم اللہ تعالیٰ سے اس کی محبّت مانگتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ سے اس کی خشیت بھی مانگا کریں۔ یہ ایسی نعمت ہے کہ جس کو نصیب ہو جائے اس کے لئے گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے اگر محبّت الٰہی نصیب ہو جائے تو انسان شوق کے ساتھ نیک اعمال کرتا ہے۔

گناہوں سے بچنے کی اہمیت:-

سنئے اور دل کے کانوں سے سنئے۔ ہم سب نے کلمہ پڑھ کر اقرار کیا کہ اے پروردگار! ہم تیرے حکموں کی فرمانبرداری کریں گے۔اسی لئے ہمیں مخاطب کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے بار بار فرمایا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (التوبہ:119) اے ایمان والو! مطلب یہ ہے کہ ہم نے تسلیم کرلیا ہے کہ اے پروردگار!

اب ہماری زندگی تیرے حکموں کے مطابق گزرے گی ۔ہمیں ایسا قدم اٹھانا ہے جس کی وجہ سے گناہوں سے بچ جائیں اور ہماری زندگی معصیت سے خالی ہو جائے۔ یاد رکھئے کہ جو انسان اپنے علم اور ارادے سے گناہ کرنا چھوڑ دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس بندے کی دعاؤں کو رد کرنا چھوڑ دیتا ہے۔

جب انسان گناہ کرتا ہے تو پروردگار عالم ناراض ہوتے ہیں ۔ یہ بات اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ بندہ نفلی اعمال کم کرے مگر گناہ کرنا چھوڑ دے ۔اگر کوئی آدمی نفلی عبادات زیادہ نہیں کر سکتا، تسبیحات زیادہ نہیں کر سکتا، بہت زیادہ وظیفے نہیں کر سکتا تو کوئی بات نہیں مگر اس کو گناہوں سے مکمّل بچنا چاہیئے۔ کوئی کام ایسا نہ کرے جو معصیت ہو۔ اسی لئے مشائخ وضاحت کرتے ہیں کہ جو بندہ عبادت کی کثرت کرتا ہے مگر اس کے ساتھ زبان سے گناہ کرتا ہے، آنکھ سے گناہ کرتا ہے، دل ودماغ سے گناہ کرتا ہے وہ اس درجے کو نہیں پا سکتا جس کو وہ انسان پالیتا ہے جو عبادات تو زیادہ نہیں کرتا مگر اپنے آپ کو گناہوں سے بچاتا ہے۔

خوف خدا بھی اللہ رب العزت کی بڑی نعمت ہے۔ امام غزالیؒ کے نزدیک اس کے تین درجات ہیں۔

1۔ عوام الناس کا خوف:-

سب سے ادنی درجہ عوام الناس کا خوف ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اگر انسان گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو تو اس کو پتہ ہوتا ہے کہ میں نے من مرضی کر کے اللہ تعالیٰ کے احکام کو توڑا ہے، جب میں اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچوں گا تو مجھے اس کی سزا ملے گی۔ جیسے کوئی بچہ برتن توڑ دے تو اسے یہ خوف دامن گیر رہتا ہے کہ اب امی میری پٹائی کرے گی۔ یا جس چیز سے منع کیا گیا تھا وہ کام کر کے کوئی نقصان کر بیٹھا تو اس کو ڈر لگتا ہے کہ ابو جی مجھے ماریں گے۔ یہ عوام الناس کا خوف ہے۔

2۔صالحین کا خوف:-

دوسرا خوف اس سے بلند درجے کا ہے اسے کہتے ہیں ''صالحین کا خوف'' صالحین کا خوف یہ ہے کہ انسان اپنی طرف سے تو نیکی کرے اور گناہوں سے بچے مگر پھر بھی اس کے دل میں یہ خوف رہے کہ پتہ نہیں میرے یہ اعمال اللہ رب العزت کے ہاں قبول بھی ہوتے ہیں یا نہیں ہوتے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری یہ عبادات اس قابل کہاں کہ پروردگار کی شان کے مطابق ہوسکیں۔ وہ اس بات سے ڈر رہے ہوتے ہیں کہ ایسا نہ ہو کہ ہماری عبادات کو ہمارے منہ پر ہی ماردیا جائے۔ یہ ایک اعلیٰ درجے کا خوف ہے کہ انسان نے نیکیاں بھی کیں مگر قبولیت کے بارے میں دل کانپ بھی رہا ہوتا ہے کہ

میری قسمت سے الٰہی! پائیں یہ رنگ قبول پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے دامن کے لئے

سلف صالحین کے بارے میں کتابوں میں لکھا ہے کہ وہ ساری ساری رات عبادات میں گزار دیتے تھے، عشاء کے وضو سے فجر کی نمازیں پڑھتے تھے مگر صبح کے وقت ان کے چہروں پر ایسے ندامت ہوتی تھی جیسے وہ ساری رات کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوتے رہے ہوں۔ وہ اپنی دعاؤں میں عاجزی کا یوں اظہار کرتے تھے، مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ وَمَا عَرَفْنَاكَ حَقِّ مَعْرِفَتِكَ اے اللہ! جیسے تیری عبادت کا حق تھا ہم ادا نہ کرسکے اور جیسے تیری معرفت حاصل کرنی چاہئے تھی ہم وہ بھی حاصل نہ کر سکے۔

3۔عارفین کا خوف: -

تیسرے درجے کا خوف ''عارفین کا خوف'' ہے۔ یہ ان لوگوں کا خوف ہے جن کے دل معرفت الٰہی سے بھرے ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی سو فیصد شریعت وسنت کے مطابق ہوتی ہے مگر ان کے دل پھر بھی ڈر رہے ہوتے ہیں، کانپ رہے ہوتے ہیں۔ وہ اس لئے ڈر رہے ہوتے ہیں کہ جو باطنی نعمتیں اللہ تعالیٰ

نے ہمیں عطا کی ہیں معلوم نہیں کہ ہم ان کو موت تک بحفاظت پہنچا پائیں گے یا نہیں۔ معلوم نہیں کہ ہمارا انجام کس حال میں ہوگا۔ یہی وہ خوف ہے جو اللہ والوں کو تڑپا رہا ہوتا ہے۔ وہ ڈر رہے ہوتے ہیں کہ گو ظاہر میں ہمیں اعمال کی توفیق حاصل ہے، نمازیں بھی پڑھتے ہیں، قرآن پاک کی تلاوت بھی کرتے ہیں، تسبیحات بھی کرتے ہیں اور دین کے کاموں میں بھی لگے ہوتے ہیں مگر معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہمارے بارے میں ارادہ کیا ہے۔ جب تک موت نہیں آجاتی تب تک ان کو اطمینان نہیں ہوتا۔ وہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ کچھ اور ہوگیا تو یہ ساری کی ساری عبادتیں پاؤں کی نوک سے اڑا دی جائیں گی۔ اس کے باوجود کہ زندگی بھر کی عبادتیں ہوتی ہیں، مجاہدے ہوتے ہیں، محنتیں ہوتی ہیں مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی سے ڈر رہے ہوتے ہیں۔ ہم ساری زندگی سجدے میں پڑے رہ جائیں تو بھی ہماری عبادت اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق نہیں۔ بس یہ تو اللہ کی رحمت ہے جو ہماری ٹوٹی پھوٹی عبادتوں کو قبول کر لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شانِ بے نیازی:-

بلعم باعور بنی اسرائیل کا بہت بڑا عبادت گزار تھا۔ پروردگار عالم کی شان بے نیازی کا اظہار ہوا اور اس کی پانچ سو سال کی عبادت کو ٹھوکر لگا دی گئی۔ قرآن مجید میں اس کی تشبیہ کتے کے ساتھ دی۔ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ (الاعراف:176) (پس اس کی مثال کتے کی مانند ہے)

سیدنا صدیق اکبرؓ اور خوف خدا: -

جس کو اللہ تعالیٰ کی جلالت شان کا جتنا زیادہ علم ہوتا ہے وہ اتنا ہی زیادہ ڈرتا اور کانپتا ہے۔ امت محمدیہ ﷺ میں سے سیدنا صدیق اکبرؓ کا رتبہ سب سے بلند و بالا ہے کیونکہ ان کے دل میں خوف خدا کی ایک خاص کیفیت ہوا کرتی تھی۔ ایک طرف تو ان کو زبان نبوت ﷺ سے بشارتیں مل رہی ہوتی تھیں،

یارِ غار بن رہے ہیں، ثَانِیَ اثْنَیْنِ (التوبہ:40) کہلا رہے ہیں، صدیق کا لقب پا رہے ہیں، عشرہ مبشرہ میں شامل ہو رہے ہیں، رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ (البینہ:8) کا مژدہ جانفزا سن رہے ہیں مگر دوسری طرف ان کے دل میں یہ خوف ہوتا تھا کہ معلوم نہیں کہ یہ سب کچھ موت تک بحفاظت پہنچا پائیں گے یا نہیں۔ لہٰذا انہیں اللہ رب العزت کے سامنے پیش ہونے کا ہر وقت ڈر رہتا تھا۔ فرمایا کرتے تھے، کاش! میری ماں نے مجھے جنا ہی نہ ہوتا۔ کاش! میں کسی مومن کے بدن کا بال ہوتا۔ کاش! میں گھاس کا تنکا ہوتا۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر سے ڈر رہے ہوتے تھے۔

لفظ ''خفیہ تدبیر'' کا مفہوم:-

یہ ''خفیہ تدبیر'' کے الفاظ کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ جیسے کوئی افسر کسی ماتحت سے کسی بات پر ناراض ہو جائے تو وہ اپنی ناراضگی کو ظاہر تو نہیں کرتا مگر اندر ہی اندر ایسے حالات پیدا کر لیتا ہے کہ اس کا وہ ماتحت نوکری چھوڑ کر چلا جاتا ہے یا وہ ماتحت کو کسی نہ کسی معاملہ میں ضرور پھنسا دیتا ہے۔ یہ عام طور پر خفیہ تدبیر کہلاتی ہے۔

خیر اور شر کی تقدیریں:-

اللہ رب العزت کے بارے میں ہم نے یہ تسلیم کر لیا کہ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَ شَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی یعنی خیر کی تقدیر اور شر کی تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کے بارے میں خیر کا ارادہ فرما لیتے ہیں تو حالات ایسے بنا دیتے ہیں کہ انجام بخیر ہوتا ہے اور جب کسی کے بارے میں شر کا ارادہ کر لیتے ہیں تو حالات ایسے بنا دیتے ہیں کہ انجام برا ہوتا ہے۔

جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بخشنے پہ آئیں گے تو ایسی تدابیر اختیار فرمائیں گے کہ

بندوں کے گناہوں کو بخشنے کے بہانے بنتے چلے جائیں گے۔ یہ خیر والی خفیہ تدبیریں ہوں گی۔

ایک محدث کی بخشش:-

ایک محدث فوت ہونے کے بعد کسی کو خواب میں نظر آئے۔ اس نے پوچھا، حضرت! آگے کیا بنا؟ فرمانے لگے کہ ایک عمل کو میں چھوٹا سمجھتا تھا مگر پروردگار کے ہاں قبول ہو گیا اور میری بخشش ہو گئی۔ اس نے پوچھا، حضرت! وہ کون سا عمل تھا؟ فرمایا، ایک مرتبہ میں احادیث کی کتابت کر رہا تھا۔ میں نے اپنا قلم دوات میں ڈبو کر نکالا۔ اسکے اوپر سیاہی لگی ہوئی تھی۔ ایک مکھی آئی اور اس سیاہی کے اوپر بیٹھ گئی۔ میں نے سوچا کہ یہ پیاسی ہوگی، چلو میں تھوڑی دیر کے لئے قلم روک لیتا ہوں۔ چنانچہ میں نے ایک لمحے کے لئے قلم وہیں روک لیا کہ مکھی سیاہی چوس لے۔ اس کے بعد وہ مکھی اڑ گئی اور میں نے لکھنا شروع کر دیا۔ میں تو اس عمل کو بھول گیا تھا مگر نامۂ اعمال میں موجود تھا۔ پروردگار نے فرمایا کہ تم نے مکھی کی پیاس کا خیال رکھا آج میں تیری پیاس کا خیال رکھتے ہوئے تجھے جہنّم سے بری کر دیتا ہوں۔ سبحان اللہ

ادب کی وجہ سے بخشش کا وعدہ:-

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ میں مکتوبات لکھ رہا تھا۔ دوران تحریر جب کبھی قلم رک جاتا تو میں اس کو ناخن پر چلاتا اور پھر لکھتا۔ اس طرح کچھ سیاہی ناخن پر لگ گئی۔ میں مختلف کاموں میں مصروف ہو گیا۔ اتنے میں مجھے رفع حاجت کے لئے بیت الخلاء جانا پڑا۔ ابھی قضائے حاجت کے لئے بیٹھنا ہی چاہتا تھا کہ ناخن پر سیاہی دیکھی مجھے فوراً خیال آیا کہ اگر میں فارغ ہوا تو یہ سیاہی بھی دھلے گی اور گندگی کے ساتھ بہہ جائے گی۔ ابھی یہ خیال آیا ہی تھا کہ میں نے اپنی حاجت کو مؤخر کیا اور بیت الخلاء سے باہر آ گیا اور اس سیاہی کو پاک جگہ پر دھویا۔ ابھی دھو کر فارغ ہی ہوا تھا کہ اللہ رب العزت نے الہام فرمایا، احمد سرہندی! تیرے اس ادب کی وجہ سے میں نے جہنّم کی آگ کو تجھ پر حرام کر دیا۔

زبیدہ خاتون کی بخشش:-

زبیدہ خاتون نے نہر زبیدہ بنوا کر بغداد سے عربستان تک پانی پہنچایا۔ وہ خاتون کم سنی میں اپنی ہم جولیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی اور اپنی سہیلیوں کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھی ۔ جھولا جھولنے کے دوران اس کا دوپٹہ سر سے سرک گیا۔ دوپٹہ ابھی اترا ہی تھا کہ اذان کی آواز آئی۔ اس نیک خاتون نے فی الفور جھولا روکا اور اپنا سر دوپٹے سے ڈھانپا۔ اس کے بعد وہ اپنی زندگی گزار کر وفات پا گئی ۔ایک رشتہ دار نے خواب میں دیکھا اور پوچھا، زبیدہ! تیرا کیا بنا؟ کہنے لگی، اللہ رب العزت نے میرے ساتھ آسانی کا معاملہ فرمایا۔ پھر اس شخص نے خواب ہی میں کہا، آپ نے طویل نہر بنوائی تھی وہی کام آ گئی ہوگی ۔تو زبیدہ نے کہا، نہر تو بنوائی تھی لیکن وہ میری مغفرت کا سبب نہ بن سکی ۔ پھر اس سائل نے پوچھا، پھر آپ کی مغفرت کیسے ہوئی ؟ اس نے بتایا کہ ایک دن میں جھولا جھول رہی تھی تو وہ دوپٹہ جو میں نے اللہ کی عظمت کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے سر پر رکھا ۔میرے اس عمل کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی قبولیت ہوئی کہ اللہ رب العزت نے فرمایا، تو نے میرے نام کی ایسی تعظیم کی، جا آج ہم بھی تمہیں جنت میں داخل کرتے ہیں، نہر اور دوسرے اعمال کا تو پوچھا ہی نہیں ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدبیر ہوتی ہے۔

روز محشر شیطان کی خوش فہمی:-

قیامت کے دن اللہ رب العزت کی رحمتوں کا اتنا ظہور ہوگا کہ حضرت قاری محمد طیبؒ فرماتے ہیں کہ ایک ایسا وقت آئے گا کہ شیطان کو بھی امید لگ جائے گی کہ شاید آج میری غلطیوں کو بھی معاف کر دیا جائے گا۔ جب اللہ رب العزت کی رحمت کا اتنا ظہور ہوگا تو اللہ تعالیٰ اپنے ایمان والے گنہگار بندوں کی یقیناً بخشش فرما دیں گے۔

کلمہ طیبہ کی برکت سے بخشش:-

روز محشر انسان کی بخشش کی کئی صورتیں ہوں گی۔ اللہ رب العزت ایمان والے ایک بندے کو بلائیں گے۔ اس کے ننانوے دفتر گناہوں کے ہوں گے۔ اس بندے کے دل میں یہ بات ہوگی کہ میں آج عذاب سے نہیں بچ سکتا۔ اللہ رب العزت فرمائیں گے، اے بندے! تمہارا ایک عمل ہمارے پاس موجود ہے، ہم اس کو بھی تیرے نامۂ اعمال میں تولیں گے۔ پھر ایک فرشتہ کاغذ کی ایک چھوٹی سی پرچی لائے گا۔ اسے عربی میں بطاقہ کہتے ہیں۔ اور حدیث بطاقہ ہی کے نام سے یہ حدیث مشہور ہے۔ وہ اسے نیکیوں کے پلڑے میں رکھے گا۔ وہ اتنا بھاری ہو جائے گا کہ گناہوں کے ننانوے دفتر ہلکے رہ جائیں گے۔ اور نیکیوں کا دفتر جھک جائے گا۔ وہ بندہ پوچھے گا، اے اللہ! یہ کیا تھا؟ فرمایا جائے گا، میرے بندے! تو نے کلمہ پڑھا تھا، اس کاغذ پر تیرا کلمہ لکھا ہوا تھا، یہ کلمہ تیرے ننانوے دفتروں سے بھاری ہوگیا۔ سبحان اللہ

نوافل کی برکت سے بخشش:-

کچھ ایسے لوگ ہوں گے جن کے گناہ ننانوے دفتروں سے بھی زیادہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لئے بھی بخشش کے حالات بنا دیں گے۔ اس کی یہ صورت بنے گی کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو بلائیں گے۔ شریعت کا یہ مسئلہ ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی سے سواری کرایہ پر لے اور کہے کہ میں آپ کو ایک سو روپیہ دوں گا، مجھے ایک من وزن کسی دوسری جگہ لے جانا ہے۔ مگر وزن لے جاتے ہوئے ایک من سے دس کلو زیادہ تھا تو شریعت کا حکم ہے کہ زیادہ بوجھ کا ضمان دینا پڑتا ہے یعنی اس کے اضافی پیسے دینا پڑیں گے۔ اسی طرح اللہ رب العزت قیامت کے دن اپنے محبوب ﷺ کو بلائیں گے اور محبوب کی امت کے بارے میں فرمائیں گے، اے میرے محبوب ﷺ! میں نے آپ کی امت پر فرائض اور واجبات کا بوجھ رکھا تھا

لیکن آپ نے میری اتنی عبادت کی، اتنی عبادت کی کہ آپ کی کثرت عبادت کو دیکھ کر آپ کی امت نے نوافل اور سنن کو بھی ادا کیا، یہ ایک اضافی بوجھ تھا جو آپ کی امت کے سروں پر رکھا گیا لہٰذا اب مجھے اور آپ کو اس کا ضمان دینا پڑے گا۔ اللہ کے محبوب ﷺ پوچھیں گے، اے اللہ! اس کا ضمان کیا ہوگا؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، اے میرے محبوب ﷺ! آپ ان بندوں کے بارے میں شفاعت کیجئے۔ میں آپ کی شفاعت قبول کر کے ان کی بخشش فرمادوں گا۔ چنانچہ امت محمدیہ ﷺ کے وہ لوگ جو نوافل بھی ذوق شوق سے پڑھتے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان نوافل کو بہانہ بنا کر ان کی بخشش فرمادیں گے۔

بخشش کی انتہا:-

بالآخر ایک ایسا وقت آئے گا جب گنہگار انسان رہ جائیں گے۔ اب ان کو بھی اللہ تعالیٰ چاہیں گے کہ بخش دیں، تو پروردگار عالم فرشتوں کو بلائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائیں گے کہ اے میرے فرشتو! میں نے جب تمہیں کہا تھا کہ اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً (البقرہ:30) میں زمین میں اپنا نائب بنا رہا ہوں تو تم نے جواب میں کہا تھا اَتَجۡعَلُ فِیۡهَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡهَا وَ یَسۡفِكُ الدِّمَآءَ (البقرہ:30) اے اللہ! کیا آپ زمین میں اس کو اپنا نائب بنائیں گے جو زمین میں فساد مچائے گا اور خون بہائے گا۔ تو اے میرے فرشتو! تم نے ان الفاظ کے ساتھ میرے ان بندوں کی غیبت کی تھی اور میری شریعت کا قانون ہے کہ جب کوئی کسی کی غیبت کرے تو اس کی نیکیاں اس بندے کو دے دی جاتی ہیں جس کی غیبت کی جاتی ہے۔ چونکہ تم نے ان انسانوں کی غیبت کی تھی لہٰذا تمہاری کروڑوں سالوں کی عبادتوں کا ثواب آج میں اپنے انسانوں کے اوپر تقسیم کر رہا ہوں۔ یوں اللہ تعالیٰ فرشتوں کی عبادت کو گنہگار انسانوں پر تقسیم کر کے ان کی مغفرت فرمادیں گے۔ سبحان اللہ

جیسے یہ خفیہ تدبیریں خیر کے بارے میں ہوتی ہیں ایسے ہی خفیہ تدبیریں شر کے بارے میں بھی ہوتی ہیں۔یہی وجہ ہے کہ عارفین ہر وقت اپنے انجام کے بارے میں فکر مند رہتے ہیں۔

شر کی خفیہ تدابیر کی علامات:-

یادرکھنا کہ ظاہر میں بندہ دین کا کام کر رہا ہوتا ہے لیکن اندر سے وہ دین سے محروم ہو رہا ہوتا ہے۔چنانچہ شر کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی خفیہ تدابیر کی چند علامتیں سن لیجئے۔

☆ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ دین کا علم دیتے ہیں مگر عمل کی توفیق سلب کر لیتے ہیں۔

☆عمل کی توفیق دے دیتے ہیں مگر اخلاص سے محروم کر دیتے ہیں۔

☆اس کو اولیاء کی صحبت تو دے دیتے ہیں مگر اولیاء کا ادب اور ان کی عقیدت دل سے نکال لیا کرتے ہیں۔

یعنی ظاہراً دین کا کام کر رہا ہوگا مگر حقیقت میں کچھ بھی پلے نہیں ہوگا۔

ایک مؤذن کا عبرتناک انجام: -

ایک مؤذن مصر کی جامع مسجد میں اذان دیا کرتا تھا ۔ظاہر میں وہ دین کا کام کرنے والا تھا لیکن اس کے دل میں خوف خدا نہ رہا۔اس کے دل میں فسق و فجور بھر چکا تھا۔ایک دفعہ وہ اذان دینے کے لئے مصر کی اس مسجد کے مینار پر چڑھا۔مینار کے ادھر ادھر مکانات تھے۔ایک مکان میں اس کی نظر پڑی تو اسے کوئی خوبصورت لڑکی نظر آئی۔اس کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ اذان دینے کی بجائے وہ نیچے اترا اور اس گھر کے پاس جا کر،معلومات لیں کہ یہ لڑکی کون ہے؟کسی نے کہا کہ فلاں جگہ اس کا باپ ہے۔یہ اس کے پاس گیا،معلومات لیں کہ آپ کون ہیں؟اس نے کہا کہ ہم عیسائی ہیں اور یہاں نئے آ کر بسے ہیں۔ابھی ایک دن ہوا ہے کہ ہم یہاں آ کر ٹھہرے ہیں۔اس نے کہا کہ اچھا میں چاہتا ہوں کہ میں آپ لوگوں

کے ساتھ تعلّقات رکھوں۔ اس عیسائی نے کہا کہ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ تمہیں ہمارے دین پر آنا پڑے گا، پھر میں اپنی بیٹی کا تمہارے ساتھ رشتہ بھی کر دوں گا۔

یہ بڑا خوش ہوا۔ کہنے لگا، ٹھیک ہے میں تمہارے دین کو قبول کر لیتا ہوں۔ عیسائی نے کہا میرے ساتھ، آؤ۔ چنانچہ وہ اس کے ساتھ سیڑھیاں چڑھ کر مکان پر جانے لگا۔ ابھی چوتھی سے پانچویں سیڑھی چڑھ ہی رہا تھا کہ اس کا پاؤں پھسلا، گردن کے بل نیچے گرا اور وہیں پر اس کی جان نکل گئی۔

مینارے پر چڑھا تھا اذان دینے کے لئے، مگر اللہ تعالیٰ کو اس کے اندر کا فسق و فجور ناپسند تھا، جس کی وجہ سے پروردگار نے حالات ایسے بنا دیئے کہ جب وہ مینار سے نیچے اترا، اس وقت وہ ایمان سے خالی ہو چکا تھا۔

قرب قیامت کی ایک علامت:-

حدیث پاک میں آیا ہے کہ قرب قیامت کی علامات میں سے ہے کہ تم دیکھو گے کہ ایک آدمی صبح کے وقت ایمان والا ہوگا مگر جب رات کو سونے کے لئے بستر پر جائے گا تو ایمان سے خالی ہو چکا ہوگا۔ یہ وہ باتیں ہیں جو اللہ والوں کو ڈرا رہی ہوتی ہیں۔ وہ رو رو کر معافیاں مانگ رہے ہوتے ہیں، پروردگار کی جناب میں آہ و زاریاں کر رہے ہوتے ہیں کہ اے اللہ! تو مہربانی فرما، ہمیں کہیں ایمان کی دولت سے محروم نہ فرما دینا، اے اللہ! تو نے جو علم و عمل والی نعمت عطا کی ہوئی ہے کہیں موت سے پہلے اس سے محروم نہ کر دینا۔

حضرت شیخ الہندؒ پر خشیت الٰہی:-

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ کا واقعہ ہے کہ جب آپ کو مالٹا کے اندر قید کر دیا گیا تو وہاں آپ کے شاگرد حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور حضرت مولانا عزیر گلؒ بھی تھے۔ اور کئی حضرات بھی تھے۔ اتنے

میں اطلاع ملی کہ انگریز نے فیصلہ کرلیا ہے کہ ان لوگوں کو مالٹا میں ہی قید رکھا جائے گا اور ان کو اتنی تکلیفیں پہنچائی جائیں گی کہ ادھر ہی ان کو موت آجائے۔ واپس نہیں جانے دیا جائے گا۔ حضرت شیخ الہندؒ نے سنا تو رونا شروع کردیا۔ ہر وقت رویا کرتے تھے۔ آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گرا کرتے تھے۔ شاگرد حیران ہوئے کہ ہمارے استاد تو بڑے عزم و استقامت کے پہاڑ تھے، یہ موت کی بات سن کر اتنا کس لئے روتے ہیں۔ کئی دن گزر گئے۔ حضرت کو کھانا بھی اچھا نہیں لگتا تھا۔ ہر وقت ہی روتے رہتے تھے۔ طبیعت کثیر البکاء بن گئی تھی۔ جب ذرا کوئی بات ہوتی تو فوراً رونے بیٹھ جاتے۔ شاگرد آپس میں بیٹھتے اور کہتے کہ حضرت شیخ الہند کو کیا ہوا؟ ایک دن انہوں نے سوچا کہ ہم حضرت سے بات کرتے ہیں کہ اگر موت بھی آگئی تو شہادت کی موت مل جائے گی، ہمیں ڈرنے کی ضرورت کیا ہے؟ آپ اتنا گریہ کیوں فرماتے ہیں؟ ہماری سمجھ سے باہر ہے۔

چنانچہ حضرت شیخ الہندؒ ایک مرتبہ تشریف فرما تھے اور رو رہے تھے۔ یہ تینوں شاگرد ان کی خدمت میں جا کر بیٹھے۔ انہوں نے بات چھیڑی کہ حضرت! جب انسان اللہ کے راستے میں ہو اور اس کی جان چلی جائے تو وہ شہید ہوتا ہے، اس کو درجے ملتے ہیں، حضرت! ہمیں موت بھی آگئی تو اللہ تعالیٰ کے ہاں شہادت لکھی جائے گی۔ جب حضرت مولانا عُزیر گلؒ نے یہ بات کہی تو شیخ الہندؒ نے ان کو غصے بھری نگاہوں سے دیکھا اور فرمایا، عُزیر گل! تمہیں کیا معلوم...... اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی سے ڈرتا ہوں کہ وہ کبھی کبھی بندے کی جان بھی لے لیتا ہے اور اس جان کو قبول بھی نہیں کیا کرتا۔ اس وقت ان شاگردوں کی چیخیں نکل گئیں کہ اوہو! حضرت کی نظر کس بات پر تھی۔

اللہ والوں کی آہ وزاری:۔

محترم جماعت! جو جتنا علم والا ہوگا، جتنا عمل والا ہوگا، جتنا معرفت والا ہوگا وہ نیکی بھی زیادہ کررہا ہوگا

مگر ساتھ ہی ساتھ ڈر بھی رہا ہوگا، وہ کانپ رہا ہوگا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے پروردگار کے غصے کو۔ وہ جانتا ہے پروردگار کی ناراضگی کو، وہ جانتا ہے پروردگار کی عظمتوں کو، اور اسے پتہ ہے کہ جب پروردگار کی بے نیازی کا معاملہ ہوتا ہے تو پھر تو وہاں پر بڑے بڑوں کو پھٹکار دیا جاتا ہے، اس لئے پھر ڈر کر اپنے پروردگار کی بارگاہ میں آہ وزاریاں کرتا ہے کہ اے اللہ! میں تیری بے نیازی سے ڈرتا ہوں، میں تیری خفیہ تدبیر سے ڈرتا ہوں، اے اللہ! تو نے جو ایمان کی دولت عطا فرمائی ہے موت تک اسے سلامتی کے ساتھ پہنچا دینا۔ اے اللہ! تو نے جو اپنی معرفت عطا کی ہے موت تک اسے محفوظ پہنچانے کی توفیق دے دینا۔

آخر یہ خوف کب تک؟

اللہ والوں کا یہ خوف زندگی میں زائل نہیں ہوسکتا، زندگی بھر رہے گا۔ کوئی کتنا بلند مرتبہ ہی کیوں نہ ہو جائے، کئی بشارتیں کیوں نہ پا جائے، جب تک موت نہیں آجاتی اس وقت تک کسی کو یقین نہیں کہ میرا انجام کیا ہوگا۔ اسی لئے فرمایا کہ تم اللہ کی عبادت کرو حَتّٰی یَاْتِیَكَ الْیَقِیْنُ (الحجر:99) حتی کہ تمہیں موت آجائے۔ لہٰذا موت سے پہلے کوئی بھی نیک آدمی اللہ کے اس معاملے سے امن میں نہیں ہوتا۔ ہر بندے کو ڈرنے کی ضرورت ہے۔ جو لوگ گناہ کرتے ہیں ان کو زیادہ ڈرنے کی ضرورت ہے۔ اور اگر انسان گناہ نہ بھی کرے، نیکی ہی کر رہا ہو تو پھر بھی ڈرے کیونکہ پتہ نہیں کہ نیکی قبول بھی ہوگی یا نہیں ہوگی۔ اگر معرفت بھی نصیب ہوگئی تو پھر ڈر اور زیادہ ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ یہ معرفت کہیں موت سے پہلے پہلے چھین لی نہ جائے، کوئی معاملہ ایسا بنا دیا جائے کہ راستے میں ہی انسان کو واپس لا یا جائے۔

شیخ عبداللہ اندلسیؒ کا سبق آموز واقعہ: -

شیخ عبداللہ اندلسیؒ حضرت شبلیؒ کے پیر تھے۔عیسائیوں کی بستی کے قریب سے گزر رہے تھے۔اس بستی کے اوپر صلیبیں لٹک رہی تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ ایک کنوئیں پر عصر کی نماز ادا کرنے کے لئے وضو کرنے گئے۔وہاں کسی لڑکی پر نظر پڑی۔شیخ کا سینہ وہیں خالی ہوگیا۔اپنے مریدین سے کہنے لگے، جاؤ واپس چلے جاؤ، میں ادھر جاتا ہوں جدھر یہ لڑکی ہوگی۔میں اس کی تلاش میں جاؤں گا۔مریدین نے رونا شروع کردیا۔کہنے لگے، شیخ! آپ کیا کر رہے ہیں؟............ یہ وہ شیخ تھے جن کو ایک لاکھ حدیثیں یاد تھیں، قرآن کے حافظ تھے، سینکڑوں مسجدیں ان کے دم قدم سے آباد تھیں، خانقاہیں ان کے دم قدم سے آباد تھیں۔انہوں نے کہا، میرے پلے کچھ نہیں جو میں تمہیں دے سکوں، اب تم چلے جاؤ۔شیخ ادھر بستی میں چلے گئے۔کسی سے پوچھا کہ یہ لڑکی کہاں کی رہنے والی ہے۔اس نے کہا کہ یہ یہاں کے نمبر دار کی بیٹی ہے۔اس سے جا کر ملے۔کہنے لگے، کیا تم اس لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کر سکتے ہو؟ اس نے کہا، یہاں رہو، ہماری خدمت کرو، جب آپس میں موانست ہوجائے گی تو پھر آپ کا نکاح کردیں گے۔چنانچہ انہوں نے کہا، بالکل ٹھیک ہے۔وہ کہنے لگا، آپ کو سؤروں کا ریوڑ چرانے والا کام کرنا پڑے گا۔شیخ اس پر بھی تیار ہوگئے اور کہنے لگے کہ ہاں میں خدمت کروں گا۔اب کیا ہوا؟ صبح کے وقت سؤر لے کر نکلتے، سارا دن چرا کر شام کو واپس آیا کرتے۔

ادھر مریدین جب واپس گئے۔اور یہ خبر لوگوں تک پہنچی تو کئی لوگ تو بے ہوش ہوگئے، کئی موت کی آغوش میں چلے گئے اور کئی خانقاہیں بند ہوگئیں۔لوگ حیران تھے کہ اے اللہ! ایسے ایسے لوگوں کے ساتھ بھی تیری بے نیازی کا یہ معاملہ ہوسکتا ہے۔

ایک سال اسی طرح گزر گیا۔حضرت شبلیؒ سچے مرید تھے، جانتے تھے کہ میرے شیخ صاحب استقامت تھے،

مگر اس معاملہ میں کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوگی۔ ان کے دل میں بات آئی کہ میں جا کر حالات معلوم کروں۔ چنانچہ اس بستی میں آئے اور لوگوں سے پوچھا کہ میرے شیخ کدھر ہیں۔ کہا، تم فلاں جنگل میں جا کر دیکھو، وہاں سؤر چرا رہے ہوں گے۔ جب وہاں گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہی عمامہ، وہی جبہ اور وہی عصا جس کو لے کر وہ جمعہ کا خطبہ دیا کرتے تھے، آج اسی حالت میں سؤروں کے سامنے کھڑے سؤر چرا رہے ہیں۔ شبلیؒ قریب ہوئے۔ پوچھا، حضرت! آپ تو قرآن کے حافظ تھے، آپ بتائیے کہ کیا آپ کو قرآن یاد ہے؟ فرمانے لگے، قرآن یاد نہیں۔ پھر پوچھا، حضرت! کوئی ایک آیت یاد ہے، سوچ کر کہنے لگے، مجھے ایک آیت یاد ہے۔ پوچھا، کونسی آیت؟ کہنے لگے، وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ (الحج:18) جسے اللہ ذلیل کرنے پر آتا ہے اسے عزتیں دینے والا کوئی نہیں ہوتا۔ پورا قرآن بھول گئے اور صرف ایک آیت یاد رہی جو کہ ان کے اپنے حال سے تعلّق رکھتی تھی۔ حضرت شبلیؒ رونے لگ گئے کہ حضرت کو صرف ایک آیت یاد رہی۔ پھر پوچھا، حضرت! آپ تو حافظ حدیث تھے، کیا آپ کو حدیثیں یاد ہیں؟ فرمانے لگے، ایک یاد ہے مَنْ بَدَّلَ دِيْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ جو دین کو بدل دے اسے قتل کر دو۔ یہ سن کر شبلیؒ پھر رونے لگے تو انہوں نے بھی رونا شروع کر دیا۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ شیخ روتے رہے اور روتے ہوئے انہوں نے کہا، اے اللہ! میں آپ سے یہ امید تو نہیں کرتا تھا کہ مجھے اس حال میں پہنچا دیا جائے گا۔ رو بھی رہے تھے اور یہ فقرہ بار بار کہہ رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے شیخ کو توبہ کی توفیق عطا فرما دی اور ان کی کیفیتیں واپس لوٹا دیں۔ پھر بعد میں شبلیؒ نے پوچھا، یہ سارا معاملہ کیسے ہوا؟ فرمایا، میں بستی کے قریب سے گزر رہا تھا۔ میں نے صلیبیں لٹکتی ہوئی دیکھیں تو میرے دل میں خیال آیا کہ یہ کیسے کم عقل لوگ ہیں، بے وقوف لوگ ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک

ٹھہراتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے میری اس بات پر پکڑ کر لی کہ عبداللہ! اگر تم ایمان پر ہو تو کیا یہ تمہاری عقل کی وجہ سے ہے یا میری رحمت کی وجہ سے ہے، یہ تمہارا کمال نہیں ہے یہ تو میرا کمال ہے کہ میں نے تمہیں ایمان پر باقی رکھا ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ایمان کا وہ معاملہ سینے سے نکال لیا کہ اب دیکھتے ہیں تم اپنی عقل پر کتنا ناز کرتے ہو۔تم نے یہ لفظ کیوں استعمال کیا، تمہیں یہ کہنا چاہئے تھا کہ اللہ نے ان کو محروم کر دیا ہے، تم نے عقل اور ذہن کی طرف نسبت کیوں کی؟

اللہ والوں کی شب بیداری:-

اللہ والے اسی تدبیر سے ڈر رہے ہوتے ہیں۔انہیں امن نہیں ہوتا۔وہ راتوں کو تہجّد پابندی سے پڑھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے دامن پھیلا کر بیٹھتے ہیں۔میرے مولا! ظاہر میں تو نے دین کا کام کرنے کی توفیق دے دی، اب رسوا نہ کر دینا، اب ذلیل نہ کر دینا، اب جگ ہنسائی نہ ہو جائے۔یہ عارفین کا خوف ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ نعمت نصیب فرمادے۔

اعتراف جرم:-

میرے مولا! گو ہمارے سلف صالحین تو بڑے بزرگ تھے، ان کے حوصلے بھی بڑے تھے، ہمتیں بھی بڑی تھیں، ان کے مجاہدے بھی بڑے تھے۔اے اللہ! ہم تو کمزور بندے ہیں، ہماری ہمتیں پست ہیں، ہم کسی کام کے نہیں، تو ہمارے اسی بہروپ کو قبول کر لینا۔اے اللہ! آپ نے ہم سے حقیقت کا مطالبہ کیا، ہمارے پلّے حقیقت نہیں، ہم کیا پیش کر سکیں گے، ہماری تو قلعی کھل جائے گی۔اے اللہ! تو مہربانی فرما کر ہمارے اسی ظاہر کو قبول کر لینا۔رب کریم! ہمارے ساتھ بلاحساب والا معاملہ کر دے۔اس لئے کہ فرمایا گیا مَنْ نُوْقِشَ فِی الْحِسَابِ فَقَدْ عُذِّب جس کا حساب کتاب شروع کر دیا گیا اس کو تو

ضرور عذاب ہو کر رہے گا۔

یا اللہ! ہمیں بغیر حساب کتاب کے جنت عطا فرما دے۔ ہم کمزور ہیں اور تو کمزوروں کا پروردگار ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ